☆۔عزت ووقار کی زندگی۔☆

(۲۹)

کامیاب خوددار دنیاوی زندگی کا راستہ

ابوعبداللہ

(ہمارا عزم)

☆سچائی کی پیروی☆

(WWW.KHIDMAT-ISLAM.COM)

(Email:KHIDMAT777@GMAIL.COM)

بسم اللہ،الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ

گفتگو کی وجوہات

(۱)۔ فی زمانہ(جدید دور) میں زندگی کے تقاضے بہت مختلف ہوچکے ہیں۔ماضی بعید(Old Age)میں زندگی بہت آسان تھی۔صرف بنیادی ضروریات:روٹی کپڑا مکان تک محدود رہ کر انتہائی سادگی سے جس علاقے میں پیدائش ہوئی،وہیں بڑی آسانی سے زندگی بسر ہوجاتی تھی۔جبکہ فی زمانہ اشیاء(Comodities/Materialism) کے فتنے نے زندگی مشکل بنا دی ہے،جن سے مکمل کنارہ کشی بھی ممکن نہیں۔آج قریباً آمدن کی اسی فیصد(80%) رقم ان چیزوں پر خرچ ہوجاتی ہے جن کا ماضی بعید میں وجود تک نہ تھا۔اسلئے اب دنیا میں جینے کیلئے ماضی کی نسبت زیادہ کوشش کی ضرورت ہے۔

(۲)۔ضروریات سے کنارہ کشی بھی ممکن نہیں اور عصر حاضر کی ضروریات بھی بہت مختلف ہوچکی ہیں۔جیسے: ملکی سطح پر جدید ٹیکنالوجی: جہاز، گاڑیاں، کمپیوٹر، موبائلز، ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ، اسلحہ..... ضرورت بن چکی ہے۔لہٰذا ان سے منہ موڑ کے جیا نہیں جاسکتا۔

(۳)۔اگلی بات یہ ہے کہ:مسلمان بالعموم اور ہمارا پیارا وطن پاکستان بالخصوص بری طرح سے زوال پذیر ہے ۔قرضوں کے بوجھ تلے ملک یرغمال بنتا جارہا ہے،حتٰی کہ کافر اپنی پالیسیاں نافذ کرنے پر مصر ہیں۔ان حالات میں دین کی روشنی میں اس ذلت سے چھٹکارہ پانے کی سبیل کو واضح کرنا ضروری ہے۔

(۴)۔قرآن مجید نے دنیوی بھلائی کی تردید(Condemn)نہیں کی ، بلکہ دنیا میں غرق ہوکر،سارا وقت،ساری توانائیاں محض دنیا بنانے میں صرف کرکے اخروی تقاضوں (دین سیکھنے بالخصوص قرآن فہمی،عبادات،اخلاقیات ومعاملات،دعوت دین اور انفاق....)کو نظر انداز کرکے دنیا پرست ہوجانے پر دنیا کی مذمت کی ہے۔نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ دعا تھی:

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّار o﴾(البقرہ:201:2)

''اے ہمارے رب ہمیں عطا کر دنیا کی بھلائی اور عطا فرما آخرت کی بھلائی اور ہمیں بچالے آگ کے عذاب سے۔''

اسی طرح آپ ﷺ دعا کیا کرتے تھے:

(اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا و عذاب

الآخرہ) (مسند احمد، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم)

''اے اللہ ہمارے تمام کاموں کا انجام بہتر فرما، اور بچا ہمیں دنیا کی ذلت سے اور آخرت کے عذاب سے۔''

اگلی اہم بات یہ ہے کہ جب دنیا میں محنت کا مقصد محض ''ذاتیات'' کی بجائے ''خدمتِ خلق'' ہو جائے تو وہ کام ویسے ہی عبادت بن جاتا ہے۔ تاہم یہ بات ذہن نشین رہے کہ جو چیزیں اس تحریر میں واضح کی جا رہی ہیں یہ زندگی کی غایت اور مقصد نہیں بلکہ ضرورت ہیں، زندگی کا مقصد تو ''عبادت'' یعنی اللہ کے حکم پر قائم رہ کر زندگی بسر کرنا ہے۔ تاہم ان میں بھی ایمان اور ایمان کے ضروری تقاضوں کی پاسداری کا حق ادا کرنے پر، نیت اگر خاندان، ملک وقوم کی خدمت وفلاح ہو جائے، تو دنیا کیلئے کی گئی یہ محنت بھی باعث اجر اور عبادت بن جائے گی۔

نتیجہ: اس تحریر میں بیان کردہ اصولوں کو جو بھی اپنائے گا: فرد، خاندان، ملک وقوم.... تو ان شاء اللہ وہ دنیا میں ذلت سے بچ کر عزت سے جئے گا۔ لہٰذا اگر آپ عزت ووقار سے جینا چاہتے ہیں تو پھر ان اہداف کو جانیں اور اپنالیں، ان شاء اللہ نتیجہ ضرور نکلے گا۔ یہ اہداف درج ذیل ہیں:

(1)۔ دیانتداری (Fairness)، (2)۔ محنت وکاوش (Struggle)، (3)۔ اہلیت (Ability)، اور (4)۔ خالق سے تعلق (تقویٰ ودعا)

(1)۔ دیانتداری (Fairness)

عزت سے جینے کیلئے دیانتدار بننا ہے، قول وفعل کے تضاد کو ختم کرنا ہے، اندر باہر سے ایک ہونا ہے۔ منافقت، دھوکے، ظلم، حق تلفی، ملاوٹ، بددیانتی اور جھوٹ کے ذریعے لوگوں کا نقصان کرنے سے..... مکمل اجتناب کرنا ہے۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔ مال کی شدید محبت انسان کو مجبور کرتی ہے بددیانتی پر، لیکن اس سے بچنا ہے۔ دوسروں کی طرف دیکھنے کی بجائے اس تبدیلی کا آغاز اپنی ذات سے کرنا ہے۔ بچنے کا واحد حل خدا خوفی یعنی اخروی محاسبہ ہے۔ دیانتداری پر قائم رہنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی حالات کا ادراک بھی ضروری ہے، تاکہ بڑے پیمانے پر حالات کے تناظر میں اپنا جائزہ اور محاسبہ کیا جا سکے۔

بددیانتی کا نتیجہ: اللہ کی تائید ونصرت ختم ہو جائے گی جب تک مکمل توبہ نہیں کر لیتے۔ معاشرے میں اعتبار ختم ہو جائے گا۔ جو کام بھی شروع کریں گے آہستہ آہستہ لپیٹا جائے گا۔ دھوکے سے انفرادی سطح پر وقتی فائدہ تو حاصل کیا جا سکتا ہے، لیکن قلبی اطمینان سے محرومی ہوگی اور معاشرہ شدید بحران اور استحصال کا شکار ہوگا۔ معاشرے کفر پر تو چل سکتے ہیں، لیکن مخلوق پر ظلم سے نہیں۔

(2)۔محنت وکاوش(Struggle)

عزت ووقار سے دنیا میں جینے کا دوسرا بڑا ہدف بھرپور ''محنت وکاوش'' کرنا ہے۔
ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھنا بلکہ محنت کرنی ہے، اپنے لئے، اپنے خاندان اور ملک وقوم کیلئے۔آرام کیلئے جنت بنائی گئی ہے۔یہاں بقدر استطاعت ہر کسی نے کوشش کرنی ہے، دنیا کیلئے بھی اور دین کے لئے بھی۔اس ضمن میں بڑا سنہری ظابطہ دیا گیا ہے، نبی کریم ﷺ نے ،فرمایا:

(احرص علیٰ ماینفعک...واستعن باللہ.. ولا تعجَز...)

(مسلم کتاب القدر، رقم:6774)

''فائدے کیلئے حرص وکاوش کی جائے، پھر اللہ سے دعا کی جائے اور پھر (ان دونوں کاموں پر) عاجز نہ ہوا جائے (یعنی انہیں جاری رکھا جائے)۔''

اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے بعد جو نتیجہ نکلے وہ تقدیر ہے۔اس پر پھر اگر مگر اور کفِ افسوس نہ کیا جائے ، بلکہ اسے تسلیم کر کے بہتری کیلئے پھر سے کوشش شروع کر دی جائے۔علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو یوں اجاگر کیا:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

دین ودنیا دونوں کی کامیابی کیلئے کاوش ومحنت بنیادی شرط ہے۔اس تحریر کا تعلق چونکہ دنیاوی زندگی کی کامیابی کے ساتھ ہے، اسلئے یہاں محنت کے ضمن میں صرف دنیوی کامیابی کے تناظر میں ہی بات کی جائے گی۔چنانچہ دنیا میں عزت وخوداری سے جینے کیلئے ہمیں محنت وفکر کرنی ہے:

(۱)۔اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے، (۲)۔ہنر سیکھنے کیلئے، (۳)۔اپنے اپنے شعبے میں اہلیت وقابلیت پیدا کرنے کیلئے، (۴)۔رزق حلال کمانے کیلئے، (۵)۔حفاظتی اقدامات کو ملحوظ رکھنے کیلئے، (۶)۔اپنی صحت کی حفاظت (متوازن غذا اور واک، ورزش) کے ذریعے۔

(۷)۔اسراف اور بخل سے بچنے کی محنت: اللہ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں وہ بڑی قیمتی ہیں۔ایک سرسوں، گندم یا چاول کا دانہ ساری دنیا کے لوگ مل کر نہیں بنا سکتے۔پروردگار نے نعمتوں کو ضائع کرنے اور ضرورت پر بھی استعمال نہ کرنے یعنی بخل کرنے سے منع کیا ہے۔پروردگار نے اپنے پسندیدہ بندوں کی بابت فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۝ ﴾

(سورہ فرقان:67:25)

''وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ تو بے جا اڑاتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں، بلکہ ان کا طرزِ عمل ان دونوں (انتہاؤں) کے مابین ہوتا ہے۔''

اگر ہم اس عظیم اصول پر کاربند ہو جائیں۔ ملک کا ایک ایک پیسہ سوچ سمجھ کر خرچ کریں۔ بلاضرورت وسائل کو نہ بہائیں، تو ہمارے کم وسائل بھی ہمیں کفایت کر سکتے ہیں۔

(۸)۔ وقت کی قدر (Time Management) کیلئے: ایمان کے بعد دو عظیم نعمتیں: صحت و تندرستی اور فراغت یعنی وقت کا ملنا ہے۔ ان عظیم نعمتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔ ان کا متوازن استعمال کرتے ہوئے: عبادت، آرام، صحت، مطالعہ، کام کاج..... میں صرف کیا جائے۔ دنیا و آخرت بنانے کا بہترین وقت صبح کا وقت ہے۔ سحری کے وقت کو پایا جائے: عبادت، مطالعہ اور صلاحیتوں کو بڑھانے کے لئے۔ صبح کا وقت جوانی کا جبکہ شام کا وقت بڑھاپے کا وقت ہے۔ صبح کے وقت کو پانے کیلئے رات کو جلدی سویا جائے۔ نبی کریم ﷺ کا معمول عشاء کے فوراً بعد سونا اور سحری کے وقت اٹھنا تھا۔ غیر مسلم اقوام صبح کے وقت کو استعمال کر رہی ہیں، جبکہ مسلمان اس عظیم دولت کو ضائع کر رہے ہیں۔

نوٹ: کافروں کا سارا وقت چونکہ صرف دنیا کیلئے ہے، اسلئے لامحالہ وہ دنیا کی ترقی میں بہت آگے نکل جاتے ہیں۔ بہرکیف اہل ایمان نے ان سے مرعوب ہو کر دینی تقاضوں کو پسِ پشت نہیں ڈالنا، کیونکہ انسان کو محض دنیا کیلئے تو پیدا نہیں کیا گیا۔ دنیا تو ایک امتحان گاہ، گزرگاہ ہے۔ مرنے کے بعد اصل (ابدی) زندگی شروع ہونی ہے، جس کا دارومدار اِسی زندگی پر ہے۔ لہٰذا اہل ایمان کو دین اور دنیا دونوں میں بیلنس قائم کرتے ہوئے دین کو اولین ترجیح پر رکھنا ہے۔ ان شاءاللہ دنیا کی کمی کو اس دنیا کا خالق پورا کرتا رہے گا۔ تاہم ترکِ دنیا بھی اسلام کا تقاضا نہیں۔

(3)۔ اہلیت (Ability)

تیسرا تقاضا اپنے اندر مہارت، اہلیت، قابلیت، صلاحیت.... پیدا کرنا ہے۔ اس ضمن میں تین چیزیں ہیں: (۱)۔ خداداد نعمتیں (God blessings)، (۲)۔ علم (Knowledge) اور (۳)۔ تجربہ (Practice/Experience) جو زیادہ سے زیادہ پریکٹس اور لگن سے حاصل ہوتا ہے۔ جو بھی کام کرنا چاہتے ہیں اسے اچھی طرح سیکھیں۔ مہارت اور تجربہ حاصل کریں۔ آپ جس شعبے کا بھی انتخاب کریں: معلم، حکمران، ڈاکٹر، حکیم، ٹیچر، انجینئر، تاجر، ڈرائیور، ملازم، معمار، درزی، چائے دان، باورچی..... پوری محنت سے اسے سیکھیں اور اپنے اندر بھرپور صلاحیت پیدا کریں۔ جتنی عمر رہ گئی ہے اسی میں اپنی ذمہ داری کو بہتر نبھانے کیلئے محنت شروع کر دیں۔ اپنے بچوں میں لگن سے علم کے حصول کا احساس

پیدا کریں، تا کہ وہ اپنے لئے، خاندان اور معاشرے کیلئے مفید ثابت ہوسکیں۔ محض امتحان پاس کرنے کیلئے نہیں، بلکہ علم کو سیکھنے کیلئے پڑھیں انشاء اللہ سرخرو ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ کے ارشادات میں بھی اہلیت کی طرف یوں اشارہ ملتا ہے:

''لوگوں کی مثال اونٹوں کی سی ہے، قریب ہے کہ تو ان میں سے ایک کو بھی سواری کے قابل نہ پائے۔'' (صحیح بخاری، رقم:6498)

مزید فرمایا:

''قوی (طاقت و اہلیت والا) مومن، کمزور مومن سے بہتر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔'' (مسلم کتاب القدر، رقم:6774)

اسباب کی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں سے بھی کام لینے کیلئے، انہیں مطلوبہ صلاحیتوں سے نوازا تھا:

☆ حضرت طالوت علیہ السلام کو جالوت کے مقابلے کیلئے دی جانے والی صلاحیت کو یوں بیان فرمایا:

﴿ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ وَ اللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ (البقرہ:247:2)

''فرمایا: یقیناً اللہ نے (طالوت) کو فضیلت دی/چنا ہے تم پر فراوانی علم و عقل اور جسمانی طاقت میں۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے حکومت عطا کرتا ہے اور اللہ بڑی وسعت اور گہرے علم والا ہے۔''

☆ حضرت شعیب علیہ السلام کی بچیوں کی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جانوروں کو پانی پلانے میں مدد کی اور انہیں باحفاظت انکے گھر تک پہنچا دیا، تو ایک بچی نے اپنے والد گرامی سے عرض کی:

﴿ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴾

(قصص:26:28)

''کہا ان میں سے ایک نے ابا ملازم رکھ لیجئے اسے، اسلئے کہ بہترین ملازم وہی ہوسکتا ہے جو طاقتور اور امانتدار ہو''

یہ گھریلو ملازم کی بہترین صلاحیت ہے کہ امین ہو اور کام کرنے کی بھرپور سکت رکھتا ہو۔

☆ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیزِ مصر سے وزیر خزانہ پر مامور ہونے کیلئے اپنی صلاحیت کو یوں بیان فرمایا:

﴿ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴾ (یوسف:55:12)

''یوسف نے کہا مامور کر دو مجھے ملک کے خزانوں پر، بے شک میں حفاظت کرنے والا اور علم رکھنے

والا ہوں‘‘

بغیر اسباب (مافوق امور: معجزہ، کرامت) کے ذریعے بھی اللہ کی مدد کی کئی مثالیں قرآن میں موجود ہیں، لیکن یہ اس زندگی کا عمومی ظابطہ نہیں۔ یہاں عمومی قانون تحت الاسباب ہی ہے۔ لہٰذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں عزت سے جئیں، تو ہمیں مطلوبہ صلاحیتیں حاصل کرنے کیلئے بھرپور کاوش سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے۔

عدم صلاحیت کا نتیجہ: انفرادی اور اجتماعی طور پر دنیاوی زندگی کا تنزل۔ اگر کوئی شخص ایماندار تو ہے، لیکن اہل (Able) نہیں تو دنیا میں غیر مفید ہوگا۔ آخرت میں تو معاملہ اعمال کے لحاظ سے ہوگا ۔ تاہم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں: ذہانت، صلاحیت، وقت..... کے استعمال کے بارے میں بھی ہم سے پوچھا جائے گا۔ لہٰذا ان نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے اپنی، اپنے خاندان اور اپنے ملک وملت کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے انہیں بھر پور استعمال کرنا چاہئے، تاکہ مسلمان بھیک مانگنے کی بجائے اپنے پاؤں پر کھڑا ہوسکیں۔

(4)۔خالق سے تعلق (تقویٰ ودعا)

خالق سے تعلق اور اُسکی تائید ونصرت کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ دنیا کو اگرچہ خالق نے اسباب کے تابع کیا ہے لیکن یہ اسباب بھی اُسی کے حکم سے جاری وساری ہیں۔ لہٰذا حقیقی معنوں میں دنیا میں سرخروئی کیلئے خالق سے شرک سے پاک مظبوط تعلق ناگزیر ہے، تاکہ ہماری فریادیں اسکی بارگاہ میں مقبول ہوسکیں۔

تقویٰ ودعا کا باہمی ربط: دعا کی قبولیت کا تعلق اللہ کی فرمانبرداری کے ساتھ مشروط ہے۔ اللہ کی نافرمانی و بغاوت کی صورت میں اسکی تائید ونصرت خام خیالی ہے۔ اسلئے اللہ سے کامیابی کی دعا کیلئے ’’تقویٰ‘‘ کی راہ پر گامزن ہونا ضروری ہے۔ اللہ کی تائید و رحمت اور دنیا و آخرت کی سعادتوں کا دارومدار تقویٰ پر منحصر ہے۔ تقویٰ محض عبادت کا نام نہیں، بلکہ اللہ کی ہر نافرمانی ومعصیت سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔ اگر کوئی شخص بہت عبادت گزار ہو، لیکن معاملات میں امانت داری نہ ہو، اپنی ذمہ داریوں کا لحاظ نہ ہو، خوداری نہ ہو، اخلاقی رویے درست نہ ہوں..... تو قرآن حکیم کی تعلیمات کی رُو سے یہ تقویٰ کا ادھورا اور ناقص تصور ہے، جو قابل قبول نہیں۔

خالق سے تعلق کیوں ضروری؟: ہر چیز کا وجود اللہ ہی کی وجہ سے قائم ہے۔ یہ کائنات اسی کی توجہ سے رواں دواں ہے۔ صرف کشش ثقل ہی ختم ہوجائے تو زمین پر کسی چیز کا وجود نہ رہے۔ اللہ کی مدد کے بغیر ہم ایک بات بھی نہیں کرسکتے، ایک سانس بھی نہیں لے سکتے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَ لَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا۝﴾ (فاطر، آیت:41)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تھامے ہوئے ہے زمین و آسمان کو کہ وہ اپنی جگہ سے سرک نہ جائیں۔اور اگر وہ سرکنے لگیں تو کوئی نہیں روک سکتا انہیں اس اکیلے اللہ کے بعد، بے شک وہ بڑا حلیم اور بخشنے والا ہے۔''

انسان کی عقل ناقص ہے۔سب تدبیریں اختیار کر کے بھی انسان اللہ کے فیصلوں کے سامنے بے بس ہے۔آفات و بلیات، بیماریاں، زلزلے، حادثات..... کے سامنے انسان بے بس ہے۔موجودہ دور میں تو کرونا نے ہی انسان کا جینا مشکل کر دیا ہے۔تاہم دنیا کے وقتی فائدے حاصل کر بھی لیں تو اللہ کے بغیر سکون واطمینان نہیں مل سکتا۔اللہ کے فیصلوں کے سامنے دنیا جہاں کی ترقی ریت کا ڈھیر ہے۔اسلئے اللہ کے ساتھ وابستہ رہے بغیر چارہ نہیں۔

دو غلطیاں: اس ضمن میں لوگ عام طور پر دو غلطیاں کرتے ہیں:

پہلی غلطی: کچھ کئے بغیر صرف دعا پر انحصار کرنا۔اللہ اسباب کا محتاج نہیں وہ بغیر اسباب کے بھی سب کچھ عطا کر سکتا ہے،لیکن دنیا میں یہ عمومی قاعدہ وقانون نہیں۔یہاں اس نے کامیابی کو محنت کے ساتھ جوڑا ہے،جیسا کہ پیچھے بھی نبی کریم ﷺ کی نصیحت کو واضح کیا گیا:

''فائدے کیلئے حرص وکاوش کی جائے، پھر اللہ سے دعا کی جائے اور پھر (ان دونوں کاموں پر) عاجز نہ ہوا جائے (یعنی انہیں جاری رکھا جائے)۔''(مسلم کتاب القدر،رقم:6774)

اسکے بعد جو نتیجہ نکلے وہ تقدیر ہے(ولٰکن قدّر اللہ)۔اب اس پر واویلہ کرنا،اگر مگر کرنا عملِ شیطان کو کھول دیتا ہے۔

دوسری غلطی: اسباب کو حرف آخر سمجھتے ہوئے،اللہ سے بے نیاز ہو جانا،اللہ کو بھول جانا،جو کہ شیطان کی راہ ہے۔سارے اسباب پورے کر کے بھی نتیجہ خلاف توقع آسکتا ہے۔اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے ہماری رہنمائی یوں فرمائی:

﴿ وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا o اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ﴾

(سورہ کہف:18:23-24)

''اور کبھی نہ کہو کسی چیز کے بارے میں کہ کل میں یہ ضرور کروں گا،مگر یہ کہ اگر چاہے اللہ''

اسکا یہ مطلب بالکل بھی نہیں کہ کچھ کئے بغیر انشاء اللہ کہنا ہے، جو کہ اس وقت مسلمانوں نے اپنا وطیرہ بنا لیا ہے۔جو کام نہ کرنا ہو اس پر انشاء اللہ کہہ دیتے ہیں۔اللہ ہماری اصلاح فرمائے۔(آمین)

ان چار لوازم کو مظبوطی سے پکڑ لیں گے،تو انشاء اللہ عزت ووقار سے جئیں گے۔جو بھی فرد، خاندان، معاشرہ.... انہیں اپنائے گا،ان شاء اللہ نتیجہ ضرور پائے گا۔اسلئے اُٹھیں اپنے لئے، اپنے خاندان، معاشرے اور ملک کی عزت وخوشحالی کیلئے اپنا حصہ ضرور ڈالیں۔اللہ ہمارا حامی وناصر ہو۔(آمین)